عینی کے افسانوں کے چند نسوانی کردار

شموئل احمد

پیلر نمبر 177، اپر پلّی، للّی بلوسم اپارٹمنٹ، نزد ہنڈئی سروس سینٹر، حیدر آباد، موبائل: 7992486124

قرۃ العین حیدر افسانوی دنیا کا ایک معتبر نام ہے انھیں پیار سے سب عینی آپا کہتے ہیں۔

عورت ہی عورت کے حق میں چڑیل ہوتی ہے۔ اپنے افسانہ پت جھڑ کی آواز میں عینی لکھتی ہیں۔

لیکن ان کے افسانوں میں ایسی چڑیلیں کم کم نظر آتی ہیں۔ چڑیل کی بہ نسبت عینی کے یہاں دکھی، پریشان اور مایوس عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ فلرٹ عورتوں نے بھی جگہ پائی ہے جو بہ قول عینی خود اپنی بربادی کا سبب بنتی ہیں۔ یہ مرد کی بالادستی کو قبول کرتی ہیں، بغاوت نہیں کرتیں۔

افسانہ 'یادوں کی دھنک جلے' میں عینی سوال کرتی ہیں کہ آخر عورتیں خدا کی اتنی ضرورت مند کیوں ہیں؟ ہر جگہ مندروں اور تیرتھ استانوں میں، درگاہوں اور مزاروں کے سامنے، گرجاؤں، امام باڑوں اور گرودواروں اور آتش کدوں کے اندر یہ عورتیں ہی ہیں جو رو رو کر فریاد کرتی ہیں۔ ساری دنیا کے معبدوں کے سرد بے حس پتھر عورتوں کے آنسوؤں سے دھلتے رہتے ہیں۔ عورتوں نے ہمیشہ اپنے اپنے دیوتاؤں کے چرنوں پر سر رکھا اور کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اکثر یہ پاؤں مٹّی کے بھی ہوتے ہیں۔ عینی کو اس بات کا قلق ہے کہ عورتیں اتنی پرستار اتنی پجارنیں کیوں ہیں؟ اس لیے کہ وہ کمزور ہیں؟ اور سہارے کی حاجت مند ہیں؟ عینی کے پاس اس کا جواب ہے کہ مختصر سی زندگی میں بہت سے لوگوں سے بہت زیادہ محبت کرتی ہیں۔ شوہر یا محبوب کے پیار اور محبت کی ضمانت کسی ان دیکھی طاقت سے چاہتی ہیں۔

یادوں کی دھنک جلے کی گریسی ایسی ہی عورت ہے۔ گریسی ان دیکھی قوت سے ضمانت کی طلب گار ہے۔ عینی لکھتی ہیں کہ گریسی عام رومن کیتھولک عورتوں کی مانند بے انتہا مذہبی اور خوش عقیدہ ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو ماں مریم سے شکایت کرتی ہے اور رو رو کر دعائیں مانگتی ہے۔ اس کی زندگی میں دو چیزوں کی اہمیت ہے۔ چچا ناصر اور ماں مریم کا چینی مجسّمہ۔ ناصر فائر بریگیڈ محکمہ میں افسر ہیں۔ وہ جب ڈیوٹی پر جاتے ہیں تو گریسی بی بی مریم کے مجسّمے کے سامنے موم بتّی جلاتی ہے اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہے۔ دن بھر جو چھوٹے چھوٹے معرکے اس کی روزمرّہ کی زندگی میں ہوتے ہیں، ان کے سلسلے میں شکایت کرنے یا فوری امداد طلب کرنے کے لیے وہ بی بی مریم سے دعا مانگتی ہے۔

ناصر قدامت پرست متمول خاندان کے فرد ہیں۔ بیوی مر چکی ہے۔ گریسی ان کے یہاں 'آیا' ہے۔ گریسی نے ناصر کی مرتی ہوئی بیوی کی جی جان سے خدمت کی ہے۔ بیوی کے مرنے کے بعد بھی وہ اسی گھر میں رہ گئی اور اب اہل خانہ کے لیے انسیت محسوس کرتی ہے۔ گھر کا خرچ اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ گھر کے نوکروں پر حکومت چلاتی ہے اور ناصر کا حد سے زیادہ خیال رکھتی ہے۔ اس کے لاشعور میں جذبہ ملکیت ہوا میں لمس کی طرح موجود ہے جس کا اظہار اس کی حرکات وسکنات سے ہوتا ہے۔ ناصر کسی کو پسند کرتے ہیں تو گریسی بھی پسند کرتی ہے، کسی کو ناپسند کرتے ہیں تو گریسی بھی اس کو منھ نہیں لگاتی ہے بلکہ بعض اوقات تحقیر آمیز رویّہ اختیار کرتی ہے۔ گریسی کے لیے یہ تصوّر بھی محال ہے کہ ناصر کی زندگی میں کسی کا آنچل لہرائے۔ یہ حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب خاندان کی چند عورتیں ناصر کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کی پیش قدمی کرتی ہیں۔ ارجمند بھابھی جب مبارک باد دیتی ہیں کہ چاند سی دلہن ملی ہے تو گریسی عدم تحفّظ کے احساس سے گزرتی ہے۔ وہ جناب مریم کے مجسّمہ کے سامنے بیٹھ جاتی ہے اور جانور کی طرح غرّاتی ہے۔

''یوسو اینڈ سو(You so and so!).... تم نے ہمارے ساتھ فور ٹوینٹی کیا... تم ایک دم کنڈم ہے... تم اور تمہارا دلارا بیٹا دونوں کنڈم.... ڈیم فراڈ....!'' وہ شمع بجھا دیتی ہے اور حقارت سے منھ چڑاتی ہے...''بڑی ورجن میری بنتی ہے... ورجن میری....!''

اس کا چہرہ بدل جاتا ہے جیسے وہ شدید جسمانی کرب میں مبتلا ہو۔ ایسے میں وہ کسی دیوی کی طرح لگتی ہے.... کوئی بدروح جسے سخت ترین سزا دی گئی ہو، لیکن یہ بدروح اس وقت خوش روح ہو جاتی ہے جب اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور رشتہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ وہ مجسّمے کے سامنے موم بتّی روشن کرتی ہے اور ہل ہل کر کہتی ہے:

''ہیل میری فل آف گریس.... ماں.... تم ایک دم فرسٹ کلاس ہو ماں....!''

گریسی کسی طرح ناصر سے 'میرج بنانے' میں کامیاب ہوجاتی ہے۔
تب وہ ایک ہی دعا مانگتی ہے کہ اپنی آخری سانس تک ناصر کی خدمت کرتی رہے۔ ناصر کے مرنے کے بعد وہ پھر تنہا ہوجاتی ہے۔ عینی کہتی ہیں کہ وہ کہیں آیا گیری کر رہی ہوگی کیوں کہ اس کے پاس زندگی گزارنے کے لیے ایک محبت بھرے دل کے علاوہ کوئی کوالی فکیشن نہیں تھی۔
نظارہ درمیاں کی الماس گریسی کی اُلٹ ہے۔ الماس گریسی کی طرح محبت بھرا دل نہیں رکھتی۔ عام عورتوں کی طرح حسد کا جذبہ رکھتی ہے اور Possessive ہے۔ وہ مس پیرو جا دستور کے حق میں چڑیل ثابت ہوئی ہے۔
نظارہ درمیاں کے خورشید عالم انجینئر ہیں۔ فرانس میں پڑھائی کی ہے۔ وائلن سے شغف کرتے ہیں۔ خوبصورت آنکھوں والی پارسی حسینہ پیر دجا دستور بھی وائلن بجاتی ہے۔ ان کی پہلی ملاقات پیرس کے ہندوستانی سفارت خانہ کی ایک تقریب میں ہوتی ہے اور خورشید عالم اس کی نرگسی آنکھوں پر عاشق ہوجاتے ہیں۔ ایک بار دریا کے کنارے ٹہلتے ہوئے اس سے کہتے ہیں: ''یہ تمہاری بہادر آنکھیں..... ہفت زبان آنکھیں، جگنو ایسی، شہاب ثاقب ایسی، ہیرے جواہرات ایسی، روشن دھوپ اور جھلملاتی بارش ایسی، نرگس کے پھول جو تمہاری آنکھوں میں تبدیل ہوگئے۔'' یہ افسانہ نرگسی آنکھوں کا نوحہ ہے۔
مس دستور خورشید عالم سے شادی کرنے ہندوستان آتی ہیں۔ یہاں ان کی ملاقات الماس بیگم سے ہوتی ہے جو امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ مس دستور خوب صورت ہیں۔ الماس بیگم بدصورت ہیں۔ الماس کے لیے خوبصورت اور کم عمر لڑکیوں کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ وہ مس پیرو جا جہانگیر دستور سے مل کر خوش نہیں ہوتیں۔ وہ بھانپ لیتی ہیں کہ مس دستور کس نیت سے ہندوستان آئی ہیں۔ تب ان کا چڑیل روپ سامنے آتا ہے۔ ان میں ہر وہ نقص ہے جو احساس کمتری میں مبتلا عورتوں میں ہوتا ہے۔ یہ اوچھی فطرت کی خاتون ہیں۔ یہ اس وقت اطمینان کی سانس لیتی ہیں جب پتہ چلتا ہے کہ مس دستور پارسیوں کے مفلوک الحال محلے میں رہتی ہے۔ وہ مس دستور کو خورشید عالم سے الگ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ عینی بھی الماس بیگم کو پسند نہیں کرتی ہیں۔ عینی نے ان کو سیاہ اونٹ سے تشبیہ دی ہے۔ ایک جگہ عینی لکھتی ہیں:

> ''سیاہ ساری میں ملبوس کمر پر ہاتھ رکھے سیاہ اونٹ کی طرح اس کے سامنے کھڑی الماس اس سے کہہ رہی تھی۔'' کیسا عجیب اتفاق ہے پیرو جا ڈیئر..... میرے منگیتر کا نام بھی خورشید عالم ہے۔ وہ بھی وائلن بجاتے ہیں۔ وہ بھی پیرس سے آئے ہیں اور ان دنوں اپنے والد سے ملنے وطن گئے ہوئے ہیں۔''

پیرو جا پر بجلی سی گرتی ہے، وہ اپنے آپ میں سمٹ جاتی ہے۔
خورشید عالم مفلوک الحال ہیں۔ پیرس سے واپسی پر در در بھٹکتے رہے کہیں ملازمت نہیں ملی۔ عدم تحفظ کے احساس سے گھرے وہ زندگی کے کمزور لمحوں سے گزر رہے ہیں۔ عینی لکھتی ہیں: ''مرد کے لیے اس کا اقتصادی تحفظ غالباً سب سے بڑی چیز ہے۔'' خورشید عالم نے بیگم الماس سے شادی کر لی اور لکھ پتی کی حیثیت سے کمبالا ہل پر فروکش ہوگئے۔
اور پیرو جا دستور سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہیں، لیکن مرتے مرتے وہ اپنی آنکھیں دان کر جاتی ہیں۔
بیگم الماس میں جذبہ ملکیت اپنی انتہا پر ہے۔ ان کا بس چلے تو شوہر کو ایک پل کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خود خوب صورت نہیں ہیں، لیکن خورشید عالم یوسف ثانی ہیں۔ شوہر چوں کہ خوب رو ہیں اس لیے الماس بیگم جوان ملازمہ رکھنے کی قائل نہیں ہیں۔ خورشید عالم پر بہت سی پابندیاں لگا دی گئی ہیں۔ دفتر جاتے ہیں تو دن میں کئی بار فون کرتی ہیں۔ کہیں اکیلے باہر گئے تو پتہ رہتا ہے کہ کہاں کہاں گئے۔ شام کو کبھی سیر و تفریح کے لیے اکٹھے باہر گئے تو الماس بیگم نظر رکھتی ہیں کہ صاحب کسی عورت پر نگاہ غلط نہ ڈالیں۔ انھیں غریب لوگ بھی پسند نہیں ہیں کیوں کہ خود امیر گھرانے سے آتی ہیں۔ ان کے لاشعور میں غریب لوگوں کے تئیں ایک طرح کی بے مروّتی گھر بنا چکی ہے۔ انھیں وائلن ساز سے بھی نفرت ہے۔ خورشید عالم نے بھی پھر وائلن کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک بار خورشید عالم نے پیرو جا کو خط میں لکھا تھا۔'' ذہن کی ہزاروں آنکھیں ہیں۔ دل کی آنکھ صرف ایک ہے، لیکن جب محبت ختم ہوجائے تو ساری زندگی ختم ہوجاتی ہے۔''
ڈالن والا کی ڈاکٹر زبیدہ صدّیقی نے ولایت سے پی ایچ ڈی کی تھی۔ وہ اپنے کلاس فیلو ڈاکٹر محمود خان کے عشق میں مبتلا تھیں اور پندرہ سالوں سے ان کے نام کی مالا جپ رہی تھیں۔ آہ بھرتی تھیں کہ مرے کے لیے تو صبر آجاتا ہے زندہ کے لیے صبر کیسے کروں؟ اس خیال سے وظیفہ پڑھنا شروع کیا کہ دعا قبول ہوگی۔ اس دوران وہ غیر مسلم کے ہاتھ کا پکا کھانا بھی نہیں کھاتی تھیں۔ ڈاکٹر محمود زبیدہ کی سگی بھتیجی سائرہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات جب زبیدہ کو معلوم ہوئی تو عدم تحفظ کے احساس سے گھر گئیں اور نماز شروع کی کہ کوئی معجزہ ہوگا اور ڈاکٹر محمود ان کی جھولی میں آگریں گے۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ چاشت، اشراق اور تہجد بھی پڑھنے لگیں۔ وہ تن تنہا اپنی تنہائی کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر محمود کے کانوں پر جب جوں بھی نہ رینگی تو عملیات کا سہارا لیا۔ چالیس دن کا چلّہ کیا اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ چالیسویں رات

ڈر گئیں۔حکم تھا کہ جلالی وظیفے کے دوران مڑ کر نہ دیکھیں ورنہ اس کا سارا اثر ختم ہو جائے گا۔آخری رات دو بجے کے قریب وظیفہ پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جا نماز کے سامنے ایک گدھے کی جسامت کا سیاہ کتا مقابل میں بیٹھا دانت نکوس رہا ہے۔ان کے منھ سے دل خراش چیخ نکلی اور چلّہ ٹوٹ گیا۔

ڈاکٹر محمود نے سائرہ سے شادی کر لی اور زبیدہ نے بغاوت کر لی۔دین سے منکر ہوئیں اور ہندو سے شادی کر لی۔زبیدہ اپنے ایک خط میں لکھتی ہیں۔وہ طنز کرتی ہیں کہ سب سے کہہ دو میں نے کافر سے شادی کر لی ہے۔ یہ ان کے فرسٹریشن کی انتہا ہے:

''میں نے اب اللہ میاں کے خلاف اسٹرائک کر دیا ہے اور میں نے بھی ڈاکٹر اپّل سے سول میرج کر لی۔ڈاکٹر اپّل بردوان کالج میں پڑھاتے ہیں۔ڈاکٹر اپّل ہندو ہیں.....یہ اطلاع کہ میں نے ایک کافر سے شادی کر لی مسز فاروقی، مسز قریشی اور مسز انصاری کو بھی دے دینا۔!''

گریسی نے بھی بی بی مریم کے خلاف بغاوت کی تھی، لیکن دونوں کی بغاوت میں فرق ہے۔گریسی عام کیتھولک عورتوں کی طرح مذہبی اور خوش عقیدہ ہے۔مذہب اس کے اندر سے اُگا ہے۔اس کی بغاوت عقیدت کا دوسرا پہلو ہے، لیکن زبیدہ کے اندرون میں مذہب اُگا نہیں ہے۔انھوں نے مذہب کو اوڑھ لیا ہے۔ان کی نماز شرطیہ ہے کہ میں عبادت کرتی ہوں بدلے میں مجھے میرا محبوب دلا دو۔جب دعا قبول نہیں ہوتی تو بغاوت پر اتر جاتی ہیں۔ان کی بغاوت اپنے خدا سے انتقام ہے۔مایوسی کی انتہا میں وہ اپنے دین و مذہب سے منکر ہو جاتی ہیں۔

پت جھڑ کی آواز کی تنویر فاطمہ خود اپنی بربادی کا سبب ہے۔اس کی سہیلیاں اس کو Nympho-maniac سمجھتی ہیں۔وہ اعلیٰ خاندان کی سیّد زادی ہے اور دہلی میں زیر تعلیم ہے۔وہ بے حد حسین ہے اور اپنے اندر ہمیشہ بڑی عجیب سی خود اعتمادی محسوس کرتی ہے۔وہ مغرور ہے اور اسے دنیا میں زیادہ تر لوگ پسند نہیں ہیں۔وہ اپنی سہیلیوں کو بھی پسند نہیں کرتی ہے۔وہ کسی کی پروا نہیں کرتی، یہاں تک کہ خود اپنی پروا نہیں کرتی۔اس کی ملاقات میجر خوش وقت سنگھ سے ہوتی ہے۔لمبا تڑنگا کالا بھجنگ، لانبی لانبی اوپر کو مڑی ہوئی نوکیلی مونچھیں اور بے حد چمکیلے اور خوبصورت دانتوں والا مرد جب ہنستا تھا تو تنویر فاطمہ کو بہت اچھا لگتا۔وہ اس سے رشتہ استوار کر لیتی ہے اور اس کی داشتہ بن جاتی ہے۔فرائڈ کے مطابق انسان مجموعۂ اضداد ہے۔اس کے اندر مثبت اور منفی رجحانات ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔حسین جمیل تنویر فاطمہ کا یہ منفی رجحان ہے کہ وہ کالے بھجنگ خوش وقت سنگھ کو پسند کرتی ہے۔اصل میں خوش وقت سنگھ مردانہ حسن رکھتا ہے اور خوش گفتار بھی ہے۔وہ عام مردوں کی طرح نرم سہما سہما سا اور جھک کر ملنے والوں میں سے نہیں ہے۔وہ خوش وقت سنگھ کے ساتھ عیش کرتی ہے، ولن ڈلہوزی، لینسڈاون اور اوٹی کی پہاڑیوں کی سیر کرتی ہے۔وہ اس کے ساتھ ڈانس کرنا بھی سیکھ گئی ہے، لیکن خوش وقت سنگھ اسے مارتا بہت ہے اور وہ مار سہہ لیتی ہے۔تنویر فاطمہ کا دعویٰ ہے کہ خوش وقت سنگھ اس سے اتنی محبت کرتا تھا جو آج تک دنیا میں کسی مرد نے کسی عورت سے نہ کی ہوگی۔اصل میں تنویر فاطمہ کا خوش وقت سنگھ کے ساتھ سادیت مسوچیت پسندی Sado Masochistic کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ایک کو مارنے میں لذت ملتی ہے دوسرے کو مار کھانے میں، لیکن تنویر فاطمہ میں مثبت رجحان غالب ہوتا ہے جب خوش وقت اس کے سامنے شادی کی تجویز رکھتا ہے۔تنویر فاطمہ کو اپنے خاندانی وقار کا احساس ہوتا ہے اور وہ شادی سے انکار کر دیتی ہے۔ایک عبارت ملاحظہ کیجیے:

''میں اعلیٰ خاندان سیّد زادی۔بھلا اس کالے تمبا کو کے پنڈے ہندو جاٹ سے بیاہ کر کے خاندان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگاتی۔ میں تو اس حسین جمیل کسی بہت اونچے مسلم گھرانے کے چشم و چراغ کے خواب دیکھ رہی تھی جو ایک روز دیر یا سویر برات لے کر مجھے بیاہنے آئے گا۔ہمارا آرسی مصحف ہوگا۔میں سہرے جلوے سے رخصت ہو کر اس کے گھر جاؤں گی۔بجلی بسنت نندیں دروازے پر دہلیز روک کر اپنے بھائی سے نیگ کے لیے جھگڑیں گی۔ میراثنیں ڈھولک لیے کھڑی ہوں گی۔کیا کیا کچھ ہوگا....؟ خوش وقت سنگھ نے مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیا۔''

افسانہ سوال کرتا ہے کہ بعض اچھی خاصی بھلی چنگی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں آوارہ کیوں ہو جاتی ہیں۔عینی دو منطق پیش کرتی ہیں۔پہلی یہ کہ وہی لڑکیاں آوارہ ہوتی ہیں جن کا آئی کیو کم ہے۔ذہین انسان کبھی اپنی تباہی کی طرف جان بوجھ کر قدم نہیں اٹھائے گا۔دوسری یہ کہ سیر و تفریح، روپے پیسے، عیش و آسائش کی زندگی قیمتی تحائف کا لالچ، رومان کی تلاش، ایڈونچر کی خواہش یا محض اکتاہٹ یا پردے کی قید و بند کے بعد آزادی کی فضا میں داخل ہو کر پرانی اقدار سے بغاوت۔اس صورت حال کی چند وجوہ ہیں۔غور طلب یہ ہے کہ تنویر فاطمہ زمیں دار گھرانے سے آتی ہیں اور شروع میں سخت قید و بند کی زندگی گزاری ہے۔چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائیوں سے بھی پردہ تھا۔دہلی آ کر اچانک آزادی ملتی ہے اور قدم بہک جاتے ہیں۔

تنویر فاطمہ تاڑ سے گرتی ہے تو کھجور میں اٹک جاتی ہے۔خوش وقت کے پنجے سے چھوٹی تو فاروق نے اُچک لیا۔فاروق خوش وقت کا دوست ہے اور خوش وقت نے ہی اسے فاروق سے ملایا ہے۔گویا جاتے جاتے وہ تنویر فاطمہ کو فاروق کے حوالے کر جاتا ہے۔فاروق کروڑ پتی تاجر ہے اور شادی شدہ ہے۔کالا بدقطع، بالکل چڑی مار کی شکل اور ہُوش صفت۔وہ فاروق کی

منگیتر کی حیثیت سے باقاعدہ دلّی کی اونچی سوسائٹی میں شامل ہو جاتی ہے۔ دلّی میں فساد کے بعد فاروق اسے پاکستان لے جاتا ہے۔ اس کے نام ایک مکان الاٹ کرا دیتا ہے، لیکن شادی نہیں کرتا وعدے ضرور کرتا ہے۔ تنویر فاطمہ اس اچانک تبدیلی پر حیران ہے۔ وہ کبھی کبھی نماز بھی پڑھتی ہے اور سجدے میں جاتی ہے تو جی میں آتا ہے زور زور سے ہنسے۔ فاروق کاروبار کے سلسلے میں دلّی آنا جانا کرتا رہتا ہے۔ تنویر فاطمہ کی سہیلیاں اس سے پوچھتی ہیں کہ وہ اپنے کروڑ پتی منگیتر سے شادی کیوں نہیں کر لیتی۔ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پاکستان نیا ملک تھا۔ یہاں کسی کو اس کے ماضی کا علم نہیں تھا۔ وہ کسی بھلے مانس سے شادی کر سکتی تھی، لیکن بھلے مانس سیدھے سادے خوش شکل شریف زادے اسے پسند نہیں آتے۔

وہ آہستہ آہستہ اپنے آپ سے اکتانے لگی ہے۔ فاروق بھی اکتا گیا ہے۔ آخر کار وہ فاروق کے دوست وقار حسین خاں کے ہتھے چڑھ جاتی ہے۔ وقار حسین ڈانسنگ اسکول چلاتا ہے۔ وہ دراز قد موٹا تازہ اور کالا کلوٹ ہے۔ اپنی بیوی کو طلاق دے کر تنویر فاطمہ سے نکاح کر لیتا ہے۔

تنویر فاطمہ کی زندگی میں تین مرد آئے۔ سبھی بدشکل بدقطع کالے کلوٹ جب کہ خود انتہائی حسین ہے۔ اچھے بھلے لوگ اس کو پسند نہیں آئے۔ اس کے لاشعور میں خود کو برباد کرنے کا منفی رویّہ پانی میں لہر کی طرح موجود ہے۔ یہ اس کی شخصیت کا تضاد ہے پھر بھی اس نے محبّت خوش وقت سنگھ سے کی۔ اب جب کہ اسے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے تو رات کی تاریکی میں بستر پر پڑی پڑی خوش وقت سنگھ کو یاد کرتی ہے اور زیر لب بڑبڑاتی ہے.... ''خوش وقت سنگھ! تمہیں اب مجھ سے مطلب...؟'' روح کا سارا کرب اس جملے میں سمٹ آیا ہے۔

افسانہ ''لکڑ بگّے کی ہنسی'' انسانی دماغ کے اندرون جنگل کی بازیافت ہے۔ کہانی کوربٹ نیشنل پارک کے پس منظر میں ابھرتی ہے۔ کہانی کے بیان میں عینی نے کمال جزئیات نگاری سے کام لیا ہے۔ وہ انسان کے اندر کے جنگل اور باہر کے جنگل میں مماثلت دیکھتی ہیں۔ یہاں کردار کسی نہ کسی جانور سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ مینڈک معلوم ہوتے ہیں، کچھ ہاتھی، کچھ گینڈے اور ٹڈّے اور بیل اور سارس۔ بعض عورتیں چھپکلی معلوم ہوتی ہیں یا بے وقوف چڑیاں۔ خود مرکزی نسوانی کردار چیتل ہے یا جنگلی بلّی اور مردانہ کردار ریچھ ہے۔ اس کی کاہل غلافی آنکھیں ریچھ کی آنکھوں سے مشابہ ہیں۔ انسان اور جانوروں کی آنکھیں ایک سی ہوتی ہیں۔ بجّو کی منحوس آنکھ، مچھلی کی سرد آنکھ، بیل کی احمقانہ آنکھ۔

ریچھ کی سی آنکھوں والا مرد دبلا پتلا پستہ قد اور گنجا ہے۔ جنگلی بلّی جیسی لڑکی اس کی داشتہ ہے۔ وہ اسٹار لیٹ معلوم ہوتی ہے۔ جنگلی بلّی سے ریچھ کا رشتہ Sado-Masochistic ہے۔ ناٹا آدمی ایک مالدار جوکی ہے۔ لڑکی اس سے کلکتہ کے ریس کورس کے میدان میں ملی تھی۔ وہ اس کے ساتھ چھ مہینے سے رہ رہی ہے، لیکن اب اسے چھوڑنا چاہتی ہے۔ دونوں سیر کرنے کوربٹ نیشنل پارک آئے ہوئے ہیں۔

اس افسانے میں کہانی کچھ کہتی ہے عینی کچھ کہتی ہیں۔

ناٹا آدمی لڑکی کو کوڑے لگاتا ہے جیسا کہ ڈورس نامی نسوانی کردار کے مکالمے سے پتہ چلتا ہے۔ ڈورس اپنے شوہر سے کہتی ہے:

''وہ لڑکی بے چاری جو کل رات یہاں آئی ہے وہ صبح شال اوڑھے اس طرف چہل قدمی کر رہی تھی۔ ساڑی کے نیچے اس کی پیٹھ پر چابک کے نشان نظر آرہے تھے۔ اس کا شوہر اسے مارتا ہے۔''

عینی کہنا چاہتی ہیں کہ ناٹا آدمی سادیت پسند ہے۔ وہ داشتہ کو کوڑے لگاتا ہے، لیکن بین السطور میں کہانی کچھ اور ہی اشارے کرتی ہے۔ ناٹا آدمی لڑکی کو نہیں بلکہ کوڑے خود پر لگواتا ہے۔ کہانی کی یہ عبارت بہت معنیٰ خیز ہے۔

''ناٹے آدمی نے اٹھ کر ایک سوٹ کیس کھولا۔ اس میں سے چمڑے کی پیٹی نکالی اور ایک چابک۔ اس نے دونوں چیزیں لڑکی کی طرف پھینکیں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔''

Psychopathia sexualis میں کرافٹ ایبنگ نے مسوچیت کے باب میں ایک دلچسپ نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ روس میں ایک محاورہ مشہور ہے۔

When you go to a woman do not forget your whip.

مسوچیت پسند مرد اپنی پیٹھ پر عورت سے کوڑے لگواتا ہے۔ تب وہ جنسی سطح پر مشتعل ہوتا ہے اور سیکس کرنے کے لائق ہوتا ہے۔ اس افسانے کا ناٹا آدمی چابک اپنے پاس نہیں رکھتا ہے۔ وہ چابک لڑکی کے حوالے کرتا ہے کیوں کہ چابک کا استعمال اسی کے ہاتھوں ہونا ہے۔ لڑکی اس کی پیٹھ پر چابک جماتی ہے۔ وہ لذّت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اس میں جنسی قوت بیدار ہوتی ہے۔ مشہور فلسفی روسو کا بھی یہی حال تھا جس کا اعتراف اس نے اپنی سوانح حیات The Confession میں کیا ہے۔ اس کی محبوبہ اسے زدوکوب کرتی، اس پر تھوکتی۔ اپنی جوتی سے اس کو ٹھوکر لگاتی تب کہیں جا کر اس کی جبلّت بیدار ہوتی تھی۔

عینی کے افسانوں میں تخلیقیت سے زیادہ علمیت ہے۔ وہ افسانوں میں دُکھ پروتی ہیں۔ ان کے زیادہ تر افسانے کسی نہ کسی المیہ پر ختم ہوتے ہیں اور یہاں عام آدمی کا براہ راست گزر نہیں ہے۔ وہ بورژوا طبقے کے کھوکھلے پن کی عکّاسی کرتی ہیں۔ وہ تشبیہات اور علامات سے زیادہ کام نہیں لیتیں، لیکن فقرے اپنی جگہ استعارے ضرور بنتے ہیں۔

◆◆◆